زکوٰۃ — نظریہ اور عمل

محمد عتیق اللہ - جدہ

(۲)

زکوٰۃ پر مبنی معاشی نظام زکوٰۃ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا نظام جاری رہے جہاں آدمی طہارت کی زندگی (صاف ستھری) بسر کر سکے۔ طہارت ایک جامع لفظ ہے، اس کا اطلاق، جسم، لباس، روح، روزی، لین، دین، رہن، سہن، راحت، عبادت، غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ پر ہوتا ہے۔ ایسے نظام میں مسلم و غیر مسلم باشندے اور غیر ملکی زائرین کی ذمہ داریاں جدا جدا ہیں۔ فرض کیجیے کہ ایک ملک کی آبادی کا تناسب مسلم باشندہ (ب %) غیر مسلم باشندہ (ت %) اور غیر ملکی زائرین (ث %) کے درمیان اس طرح تقسیم ہے کہ

ب + ت + ث = ۱

اور اس ملک کا نظام اس طرح استوار ہے کہ حکومتِ وقت پانچ باتیں پورا کرنے کی ضامن ہے یعنی

۱۔ بنیادی ضروریات فراہم کرنے کی ضمانت جس سے آدمی کم سے کم سطح پر زندہ رہنے کے لیے زندگی کو سہارا دے سکے۔

۲۔ ملک کے ہر ایک باشندے کے لیے بغیر امتیاز سماجی بہبود کی یکساں ضمانت۔

۳۔ امن اور ہنگامی حالات میں غیر مسلموں کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت۔

۴۔ بغیر سود کے کاروبار کی ہمت افزائی اور غیر سودی نظام کی پشت پناہی کی ضمانت (امتناعِ سود کے ساتھ)

۵ - اسلام کی حرمت اور سلامتی کی ضمانت - ہر ایک مسلم (عاقل، جوان اور تندرست) باشندہ کی فوجی تربیت اور اسلام کے لیے ہنگامی مہم میں لازمی شرکت -

ان پانچ باتوں کی ذمہ داریاں اللہ پر ایمان رکھنے سے عاید ہوتی ہیں - قرآن کی آیتیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ اللہ رازق ہے، رب ہے، الرحمٰن الرحیم ہے، سود کی بیخ کنی چاہتا ہے اور اس کو دین اسلام پسند ہے - پہلی بات رازق پر ایمان کا نتیجہ ہے کہ اس کے رزق سے کوئی آدمی محروم نہ رہے - دوسری بات رب پر ایمان کا صلہ ہے کہ لوگوں کے درمیان امتیاز نہ برتا جائے - تیسری بات رحمانیت کا تقاضا ہے کہ دوسرے عقیدہ کے ماننے والوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے - چوتھی بات قرآن کی ہدایت کا منشا ہے کہ سود مٹ جائے - پانچویں بات قرآن کا فرمان ہے کہ اللہ کو دینِ اسلام پسند ہے -

ان پانچ باتوں کی ضمانت پورا کرنے کے لیے فنڈ کی ضرورت ہے - فنڈ جمع کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں سے جزیہ حاصل کیا جائے - ایسا نظام جس کا محرک پانچ باتیں ہوں اور جس کا محور زکوٰۃ ہو، اس کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ پر مبنی ایک معاشی نظام ہے - اِسی معاشی نظام میں طہارت کی زندگی گذارنے کا تعلق رزق کی مناسب تقسیم اور ملک کی متوازن حالت سے وابستہ ہے - رزق سے محرومی غیر متوازن حالت کی دلیل ہے - غیر متوازن حالت رزق کی غیر منصفانہ تقسیم کا باعث ہے - متوازن حالت برقرار رکھنا حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے -

زکوٰۃ کا اطلاقی مفہوم پانچ نکاتی نظام میں ایک مسلمان کی زندگی برابر خطرہ کے ہوتی ہے - ہنگامی حالات میں ایک غیر ملکی ملک چھوڑ سکتا ہے - ایک غیر مسلم باشندہ شاید ملک نہ چھوڑ سکتا ہو، لیکن خطرہ سے محفوظ رہ سکتا ہے، مگر ایک مسلم باشندہ کا معاملہ کچھ اور ہے — ہنگامی دور میں اُس کی موجودگی ضروری ہے - جنگ کی صورت میں اس کی شرکت لازمی ہے - بلکہ یہ اُس کے لیے عبادت ہے - ایک غیر مسلم امن کی حالت میں ساری مراعات کا برابر کا حقدار ہے، لیکن جنگ کی حالت میں دُکھ اور درد میں برابر کا شریک نہیں ہے - جس کو اسلام ہی پر ایمان نہ ہو وہ اُس کی سربلندی حاصل کرنے کے لیے کیا زخم کھا سکتا ہے؟

پانچ نکاتی نظام کے لیے فنڈ حاصل کرنے میں ایک اصول کارفرما ہے کہ جس آدمی کو خطرہ زیادہ لاحق ہو، اس آدمی سے ٹیکس نسبتاً کم لیا جائے۔ اس اصول کے مطابق ٹیکس کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ سب سے کم ٹیکس قسم ۱ - اس سے زیادہ ٹیکس قسم ۲ اور دونوں سے زیادہ ٹیکس قسم ۳ - ان کی درجہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ

قسم (۳) > قسم (۲) > قسم (۱)

خطرہ اور ذمہ داری کے لحاظ سے ٹیکس کی قسم (۱) مسلمانوں پر، قسم (۲) غیر مسلموں پر، اور قسم (۳) غیر ملکی غیر مسلموں پر عاید کی جاسکتی ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں قسم (۱) کا نام زکوٰۃ ہے۔ اور قسم (۲) و (۳) کا دائرہ جزیہ ہے، ان کی تشریح آگے آتی ہے۔

بچت کی زکوٰۃ

مثال کے طور پر ملک میں مسلم باشندوں کی کمائی کا اندازہ کیجیے اور یہ بھی خیال رکھیے کہ اُن کی آمدنی، خرچ اور بچت کے درمیان اقتصادیات کا ایک اصول کارفرما ہے کہ خرچ (خ) اور بچت (ب) کا مجموعہ آمدنی کے برابر ہے یعنی:-

آمدنی = خرچ + بچت

مختصر لفظوں میں ا = خ + ب

فرض کیجیے کہ بچت پر ایک سال (قمری سال) گذر جاتا ہے اور قمری سال کے آخر پر بچت عفو کی حد "ع" سے زیادہ ہے تو اس بچت کی زکوٰۃ (ز) سالانہ شرح (ط) فی صد کے حساب سے نکلتی ہے :-

ز = ب × ط

زکوٰۃ تخفیف کرنے کے بعد کی بچت کو ہم مستعمل (م) بچت کہہ سکتے ہیں اور اس کو لکھ سکتے ہیں:- م = ب - ز

دوسرے لفظوں میں

م = ب (۱ - ط)

اگر بچت "ب" کی رقم عفو کی حد "ع" سے کم ہے تو 'ب' کی زکوٰۃ صفر ہے اور ایسی صورت میں بچت اور مستعمل بچت ایک ہے۔ بچت پر زکوٰۃ کی سالانہ شرح ڈھائی

فی صد ہے۔ 'عفو' کی حد واضح نہیں ہے۔ قرآن سے کچھ اشارہ ملتا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹ کے الفاظ ہیں۔

...... وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط ......

...... پوچھتے ہیں ! ہم کیا خرچ کریں؟ کہو جو کچھ تمہاری ضروریات سے زیادہ ہو......

ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد اوّل - ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۷۶ء)

عفو کی حد کا اندازہ دو طریقے سے کیا جاسکتا ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ سالانہ خرچ کی حد کو عفو کی حد تصوّر کیا جائے۔ ایسی صورت میں بچت پر عفو صفر ہے۔ یہ طریقہ عملی اور فطری طور پر آسان ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بچت پر عفو کی وہی حد قائم کی جائے جو حد سونا اور چاندی کے لیے کم سے کم مقرر ہے۔ علماء کی اکثریت اس طریقہ کے حق میں ہے۔

زکوٰۃ اور انکم ٹیکس کا فرق قابلِ غور ہے۔ زکوٰۃ سالانہ بچت سے وابستہ ہے اور انکم ٹیکس کا تعلق آمدنی سے ہے۔ یعنی خرچ اور بچت کے مجموعے سے۔ دونوں کا ساتھ ساتھ جاری رہنا نظری طور پر غلط ہے۔

پیداوار کی زکوٰۃ کسی پیداوار کے بارے میں ہم سوچ سکتے ہیں کہ یہ وسائل کے صحیح امتزاج کا نتیجہ ہے۔ ہم اقتصادیات کے اصول کے ماتحت لکھ سکتے ہیں کہ:-

وسائل = خارجی + داخلی

یہاں خارجی وسائل سے مراد پیداوار ہے اور داخلی وسائل کا مطلب معاونِ پیداوار ہے۔ پیداوار (پ) کی زکوٰۃ (ز) شرح (ط) فی صد حساب سے نکلتی ہے۔

ز = پ × ط

اور زکوٰۃ نکالنے کے بعد مستعمل پیداوار ہوتی ہے۔

م = پ (۱ - ط)

بعض پیداواروں کی زکوٰۃ سال گذرنے کی قید سے مستثنیٰ ہے۔ زکوٰۃ کی شرح "ط" کا انحصار اس بات پر ہے کہ پیداوار حاصل کرنے میں فطرت کا کارنامہ کتنا رہا ہے۔ اگر فطرت کا دخل زیادہ ہے تو زکوٰۃ کی شرح زیادہ ہے۔ اگر فطرت کا دخل کم ہے تو زکوٰۃ کی شرح

بھی کم ہے ـ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شرح کا تعین فرمایا : فطرت کی مناسبت میں اس شرح کو یوں لکھا جاسکتا ہے :-

ط ، ۲ط ، ۴ط ، ۸ط

زکوٰۃ کی شرح صرف ط (= ۲½ فی صد) ہے اگر فطرت کا دخل معمولی ہے اور نظر انداز کیا جاسکتا ہے ـ شرح کی آخری حد ط (= ۲۰ فی صد) ہے اگر فطرت کا پورا دخل ہے اور انسان کا عمل معمولی ہے ـ پیداوار اور زکوٰۃ کی کچھ مثالیں حسب ذیل ہیں :-

۱ ـ زرعی پیداوار ـ زکوٰۃ کی شرح ۲ ط ہے جو ۵ (خمس) فی صد ہے ـ اگر زمین کی آب پاشی آدمی یا مشین کی مدد سے کی جاتی ہو ـ ورنہ شرح ۴ ط ہے، جو ۱۰ (عُشر) فی صد ہے جبکہ زمین باران یا دریا کے پانی سے سیراب کی جاتی ہو ـ

۲ ـ شہد کی پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح ۴ ط ہے، اگر شہد ایسی زمین یا جنگل سے حاصل ہو جو کسی شخص کی ملکیت ہے ـ شرح صفر ہے اگر ملکیت عام ہو ـ ایسی صورت میں شہد حکومت کی چیز ہے ـ

۳ ـ زمین کے نیچے خزانہ اور معدنیات کی پیداوار ـ اگر زمین کسی شخص کی ملکیت ہو تو زکوٰۃ کی شرح ۸ ط (۲۰ فیصد) ہے ـ

۴ ـ صنعتی پیداوار ـ مثلاً مِل کے کپڑے پر زکوٰۃ کی شرح '۲ ط' ہوسکتی ہے ـ بعض حضرات معادن کی پیداوار پر بھی سروس چارج کی صورت میں کچھ عاید کرنے کے حق میں ہیں ـ اس لحاظ سے شرح میں اضافہ کی اُن کی تجویز ۴ ط ہے ـ اس بات کو ہم اگلی شق میں سمجھنے کی مزید کوشش کریں گے ـ

معادنی پیداوار[۱] قاعدہ کے لحاظ سے معادنِ پیداوار عفو کے حدود میں ہونی چاہیے ـ خود پیداوار کے بارے میں اختلاف رائے ہے کہ عفو کی حد کیا ہونی چاہیے ـ امام ابوحنیفہؒ اس بات کے خلاف ہیں کہ زراعت اور شہد کی پیداوار پر کسی قسم کی حد قائم کی جائے ـ امام ابویوسفؒ

[۱] غالباً مراد ہیں ضمنی پیداواریں ـ

عفو کی حد پانچ وَسَق اور امام محمد پانچ ، فرق ، تجویز کرتے ہیں ۔ اس بارے میں قرآن کے الفاظ بہت محتاط ہیں ۔ سورہ بقرۃ کی آیت نمبر ۲۱۹ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور اس آیت میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو کچھ ضروریات سے زیادہ ہو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے ۔ سورۂ بقرہ کی دوسری آیت نمبر ۲۶۷ میں مومن سے خطاب ہے کہ :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ......

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے ۔ اُس میں سے بہتر حصّہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو ......

سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۴۱ میں تاکید فرمائی جا رہی ہے کہ ۔ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ اور اللہ کا حق ادا کرو جب اُن کی فصل کاٹو ۔ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۴۱ میں مال غنیمت پر زکوٰۃ کی شرح واضح کی جا رہی ہے کہ ۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ (ترجمہ) اور تمہیں معلوم ہے کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اُس کا پانچواں حصّہ اللہ اور اُس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے ۔ ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد اوّل (۱۹۷۶ء) اور جلد دوم (۱۹۷۵ء)

قرآن کی آیتوں سے عفو کی حد کے بارے میں ہم کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے ہیں ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بنیادی مال ، ظاہر اور باطن (مثلاً اُونٹ ، گائے ، بکری یا ظروف ، سونا اور چاندی) پر زکوٰۃ کی شرح اور عفو کی حد کا تعین کیا اور واضح طور پر بیان فرمایا ۔ زرعی اور صنعتی پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح کے بارے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے ۔ مگر عفو کی حد کے متعلق اختلاف ہے ۔ عملی لحاظ سے امام ابوحنیفہ رح کی رائے زیادہ اپیل کرتی معلوم ہوتی ہے کہ عفو کی کوئی حد قائم نہیں ہونی چاہیے ۔ شاید یہ کہنا زیادہ

(باقی بر صفحہ ۵۱)

(بقیہ زکوٰۃ — نظریہ اور عمل)

مناسب ہوگا کہ ہم وسائل کے داخلی حصّہ (معاون پیداوار) کو عفو کے حدود میں تصور کریں اور خارجی حصّہ (پیداوار) پر عفو کی کوئی حد لازم نہ کریں۔ صنعتی پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح ہم زرعی شرح سے مماثلت کر سکتے ہیں۔ مخصوص شرح ۱ط ، ۲ط یا ۴ط، کا انتخاب صنعتی پیداوار کی نوعیت اور ملک کے حالات پر منحصر کرتا ہے۔

گفتگو کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ صنعتی اور زرعی پیداوار پر عفو کی حد ہم صفر قائم کر سکتے ہیں۔ یہ بات قرآن کے خلاف نہیں جاتی۔ یہ نقطۂ نظر امام ابوحنیفہؒ کا بھی ہے۔ اس کے عملی پہلو میں بڑی آسانیاں ہیں۔ بخلاف اس حد کے جو امام ابو یوسف یا امام محمدؒ نے تجویز کی ہے۔

(جاری ہے)